سفرِ عشق

(ذکر اہل بیت اور زیاراتِ مقدسہ عراق)

سید غلام حیدر شاہ قلندری

انجمن غلامانِ قلندر ویلفیئر سندھ

جُملہ حقوق محفوظ ہیں

نامِ کتاب:	سفرِ عشق
مصنف:	سید غلام حیدر شاہ قلندری
معاون کار:	الطاف ملکانی
مرتب کنندہ:	شیر خان پنہور
اشاعت اول:	اکتوبر 2021
شائع کنندہ:	انجمن غلامانِ قلندر (ویلفیئر) سندھ انفارمیشن شعبہ
کمپوزنگ:	شیر خان پنہور
تعداد:	1000
قیمت:	100

SAFAR-E-ISHQ

1ST EDITION: © OCTOBER 2021

PUBLISHED BY: A.G.Q.W SINDH INFORMATION DEPARTMENT.

COMPOSING: Sher Khan Panhwar

Contact: 0300-3483688, 0313-3738040

Email: sherkhan.itian@gmail.com

گلستانِ عشق کی خوشبو

خالقِ کائنات نے کچھ انسانوں کی دلوں کو حق کا گلستان، عشق کا وطن بنایا ہے، صرف اس لیئے کے وہ اہلِ بصیرت انسان جن کے دلوں میں سچ کا نور اور حق کی روشنی بستی ہے وہ عام انسانوں اور خاص کرامُتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں عشق، وفا اور سچائی کے پیغام کو پھیلائیں۔ سچائی اور حق کیا ہے؟ اللہ پاک کی وحدانیت پے ایمان، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت کرام سے اعلیٰ درجے کی عقیدت اور اصحابِ رسول سے محبت اور نہ صرف اتنا بلکہ تاریخِ اسلام ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ حق اور سچ کا سورج کربلا سے ہی طلُوع ہوتا ہے اور یہی بات سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری نے ہمیں اس کتاب کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کے ہے۔ یہ کتاب ایک عشق کے گلستان کی خوشبو کی طرح ہے اور اِس میں حق اور وفا کے پھول کھلتے ہوئے اور خوشبو باٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

الطاف ملکانی

سفرِ عشق

یہ عشق کا سفر تاریخ 4 فروری 2020ع کو انجمن غلامانِ قلندر ویلفیئر سندھ کی جانب سے اپنے رہبر اعلیٰ قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری کی سرپرستی میں کراچی ایئرپورٹ سے شروع ہوا۔ بقول قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری کے یہ سفر دس سال پہلے کرنا تھا کیونکہ اس سفر کی دعوت یعنی میزبان بننے کے لیے روحانی طور پر کافی پہلے ہی دعوت دی جاچکی تھی، مگر اس کے ساتھ ساتھ قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری نے یہ بھی کہا کہ یہ سفر مشکل بھی ہوگا، اس میں رکاوٹیں بھی آئیں گی مگر اس میں صبر برداشت سے کام لینا ہوگا یہ ہی وجہ ہے کہ جب اس سفر کی تیاری کی جارہی تھی تو اس وقت دنیاوی حالات کچھ سازگار نہ تھے، ایک طرف تو ایک ان دیکھے وائرس کرونا نے پوری دنیا میں ایک عجیب خوف برپا کیا ہوا تھا تو دوسری طرف ملک عراق کے اندرونی حالات کرنل قذافی کے شہید کیے جانے کے بعد بہتر نہیں تھے، مگر ان سب معاملات کو ایک جگہ رکھتے ہوئے میزبان کی میزبانی کو اولین ترجیح دی گئی.

اس سفر میں انجمن غلامانِ قلندر ویلفیئر سندھ سے وابستہ تقریباً 99 افراد (84 مرد اور 15 خواتین) شامل تھے، کراچی ایئرپورٹ سے اڑان بھرتا ہوائی جہاز دبئی ایئرپورٹ پر لینڈ کرتا ہے، جہاں پر کچھ دیر وقفے اور جہاز تبدیل کرنے کے بعد قلندری قافلہ نجف ایئرپورٹ کے لیے اپنے عشق کا سفر جاری رکھتا ہے، اور تقریباً 7 گھنٹے کی مسافت کے بعد قلندری قافلہ نجف ایئرپورٹ پر لینڈ کرتا ہے (یہ وقت کراچی سے نجف ایئرپورٹ تک کا ہے).

5 فروری کو مولا علی مشکل کشاء علیہ السلام کے دربار پر حاضری دی گئی اور قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ کو سندھی پٹکا یعنی سر پر عمامہ باندھا گیا، مولا علی مشکل کشاء علیہ السلام کے صحن میں کثرتِ درود پاک کی محفل سجائی گئی، محفل کے دوران نعت خوانی اور مولا علی مشکل کشاء علیہ السلام کی منقبت پیش کی گئی اور ذکر واذکار کیا گیا آخر میں دعا کی گئی.

وہاں سے قلندری قافلہ وادیٔ السلام روانہ ہوا، یاد رہے کہ یہ وادی السلام نجف شہر کا سب سے بڑا شہرِ خاموشاں یعنی قبرستان ہے جہاں پر لگ بھگ 40 ہزار کے قریب انبیاء کرام مدفون ہیں، جن میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور دیگر انبیا و اولیا شامل ہیں. یہ وادیٔ السلام تین پَرتوں پے مشتمل ہے اور تقریباً 20 سے 30 کلومیٹر کی آراضی پے پھیلا ہوا ہے، اس قبرستان میں کسی جنازے کو دفن کرنے سے پہلے اسے مولا علی مشکل کشاء علیہ السلام کے روضہ مبارک کا چکر لگوایا جاتا ہے، اسی وادی میں مقامِ زین العابدین علیہ السلام، مقامِ امام جعفر صادق علیہ السلام اور مقام امام مہدی علیہ السلام بھی موجود ہیں.

6 فروری کو قلندری قافلہ کوفہ میں مندرجہ ذیل مقامات پر گیا اور وہاں کچھ جگہوں پر قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری کی امامت میں دو رکعت نمازِ نفل ادا کی گئی.

1. مسجد سھلاء۔
2. مسجد الحنانہ۔
3. حضرت میثم تمار رضہ۔
4. مولا علی مشکل کشا کا گھر اور کنواں۔
5. وہ جگہ جہاں امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد انکا سر مبارک لایا گیا تھا۔
6. حضرت کمیل علیہ السلام۔
7. مقامِ امام جعفر صادق علیہ السلام۔
8. مقامِ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

9. مقام حضرت ادریس علیہ السلام۔
10. مقام حضرت خضر علیہ السلام۔
11. مقامِ انبیاء صالحین۔
12. مقامِ امام سجاد علیہ السلام،۔
13. مقامِ امام مہدی علیہ السلام۔
14. مقامِ امام جعفر صادق علیہ السلام۔
15. مقام زین العابدین علیہ السلام۔
16. مسجد کوفہ میں وہ جگہ جہاں مولا علی مشکل کشاء کو ضرب دی گئ تھی۔
17. بیبی زینب علیہ السلام کی حاضری۔
18. حضرت مختار ثقفی علیہ السلام کی حاضری۔
19. وہ جگہ جہاں سے نوح نبی علیہ السلام کی کشتی جہاں سے اٹھی۔

تین دن نجف شریف میں قیام کرنے کے بعد قلندری قافلہ 7 فروری کو سامرا، کاظمین کے لیے روانہ ہوا، جہاں راستے میں حضرت ایوب علیہ السلام کی زیارت کی گئی، اور حضرت ایوب علیہ السلام کے کنویں کا وزٹ بھی کیا گیا، سامرا پہنچ کر امام مھدی علیہ السلام، امام تقی علیہ السلام اور امام نقی علیہ السلام کی حاضری دی گئی اور اس جگہ کا وزٹ کیا گیا جہاں سے امام مھدی علیہ السلام نے پرواز کی تھی، اب یہاں سے کاظمین کے لیے قلندری قافلہ روانہ ہوا، کاظمین پہنچ کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حاضری دی گئی اور رات کا قیام بھی کیا گیا.

8 فروری کی صبح کو بغداد میں قلندری قافلے کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ کے ہاں حاضری ہوئی جہاں پر قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری کو پٹکا یعنی سر پر عمامہ باندھا گیا، زیارت کے بعد قلندری قافلہ کربلا کے لیے روانہ ہوا، راستے میں حضرت حر علیہ السلام کی زیارت کرنے کے بعد قلندری قافلہ کربلا پہنچا. کربلا میں

حضرت امام حسین علیہ السلام، غازی عباس علیہ السلام کی حاضری دی گئی جہاں پر قبلہ سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری کو پٹکا یعنی سر پر عمامہ باندھا گیا. اور یوں ہر روز کربلا میں زیارات کا سلسلہ جاری رہتا ہے. حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مقام، حضرت علی اصغر علیہ السلام کے مقام، حضرت عباس علیہ السلام کے بازو، حضرت عباس علیہ السلام کے خیمہ مبارک، حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ مبارک، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ مبارک، حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام کے خیمہ مبارک، گنج شہداءِ، ابراہیم جواری کی بھی زیارت کی جاتی ہے اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے میوزم کا وزٹ کیا جاتا ہے۔ نہرِ فرات وہ نہر جس کا پانی امام حسین علیہ السلام کے خاندان اور ان کے ساتھ کربلا میں موجود لشکر کا پانی بند کیا جاتا ہے اس کا دورہ کیا گیا۔

اس سفر کے دوران کربلا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ شدید برف باری ہوئی جس سے ٹمپریچر منفی 5 سینٹی گریڈ تک چلا گیا.

یوں یہ سفرِ عشق ۱۴فروری 2021 کو تمام زیارات کے بعد اپنے اختتام پر پہنچا اور قلندری قافلہ اپنے سرپرست اعلیٰ قبلا سائیں سید غلام حیدر شاہ قلندری کی سرپرستی میں واپس پاکستان پہنچا جہاں اس کا پرجوش استقبال کیا گیا۔

شیر خان پنہور۔

سفرِ بامراد

حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو سفر میں منزل ہے اور منزل میں مراد ہے اور مراد میں چھپا ہوا راز ہے، جیسا کے یہ پوری زندگی مختصر سفر ہی ہے، مگر کچھ سفر بے معنیٰ اور کچھ سفر معنیٰ خیز ہوتے ہیں، جیسے سندھی زبان کے ایک شاعر استاد بخاری نے کہا ہے کہ،

ایک زندگی میں کیا جیئوں گا،
کام کاج کروں گا یا پیار کروں گا.

پیار کا لفظ کہنے میں آسان ہے اور ہر کوئی پیار کرنے کا نعرہ بھی لگاتا ہے، مگر وہ پیار جب عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے تو نرالا اور نیا رنگ اختیار کرتا ہے. بس عشق خود امام حسین علیہ السلام ہے، باقی سرگرمیاں اور باتیں جھوٹ لگتی ہیں، بس ایک ایسے سفر کی بات اس کتاب میں بھی درج ہے، ظاہری طور پر تو یہ ایک سفر ہے مگر روحانی طور پر خود مہمانی کرائی گئی ہے، لفظ تو بے معنیٰ ہیں ان میں مفہوم ادا کرنا مشکل ہے۔ شاباش پھر سے میرے بیٹے شیر خان کو جس نے اس سفر کو الفاظ کی صورت دی ہے اور سائیں الطاف ملکانی کی مہربانی جنھوں نے الفاظ کی ترتیب دی، بس ان کے لیئے فقط دعائیں ہیں.

سید غلام حیدر شاہ قلندری۔

سفر میں تو منزل ہے۔

سفرِ انسانیت، دادا آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے شروع ہوا ہے، اور منزل گندم کے دانہ کھانے کے ارتقاب گناہ کے بعد مقرر ہوئی، اگر انسان، انسان کے جسم سے نمودار نہ ہوتا تو ایک فرشتہ صفت شیطان شیطانیت نہیں کرتا، آدم کے ارتقابِ گناہ سے پہلے جب ایک انسان انسانیت کی طرف سفر کی شروعات کرتا ہے تو دوسری طرف شیطان شیطانیت کے پھیلاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کرتا ہے۔

سفر، سفر ہی رہنا ہے اور منزل، منزل کی تلاش میں ہمیشہ سفر میں رہنی ہے، یہ ابد سے ازل تک کا سلسلہ یوں ہی چلنا ہے۔ ایسے ہی زندگی یعنی ماں کی گود سے قبر کی کالی رات تک بیچ والی وسعت مہلت یا سماں جوانی والے دن اور مست راتیں جاگتے یا سونے میں، مطلب کہ سفر تو گزرنا ہے ہی ہے، سفر پھر بھی منزل پر پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے، ایسے زندگی کے زندگی میں سفر، کنوارے پن سے ازدواجی زندگی میں اپنے شریکِ حیات سے جڑنے ایک آزاد کو کچھ ذمیداریوں میں ذمیدار کرنا، جیسے ایک بیروزگار کا روزگار یعنی نوکری میں آنا اور فرائض انجام دینا اور محسوس کرنا کے نوکری تو ٹوکری ہے، وقت کے قائدے قانون کو سمجھنا، پابندی کا احساس پیدا ہونا، ایسے ہی ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر، ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر، ایک پیادہ سفر، پہلے زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں پر ہوتا

تھا ابھی گاڑیاں اور جہاز وغیرہ مطلب کہ سفر تو پھر بھی سفر ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک طرف سے دوسری طرف جانے سے ایک تو آبہوا تبدیل ہوتی ہے اور دوسرا جاگرافی لحاظ سے مختلف جگہوں پر جانا ہوتا ہے، پھر وہ چاہے کاروباری ہوں یا ثقافتی سیر و تفریح گاہوں مگر ماحول اور ذہن تبدیلی محسوس کرتا ہے.

ایسے پھر ستارہ شناس کہتے ہیں کہ سفر کرنے سے ستارے تبدیل ہوتے ہیں اور گردش میں ستارے جگہ تبدیل کرتے ہیں اور زندگی کے حساب کتاب میں نمایاں تبدیلی آجاتی ہے، اگر سفر کٹھا اور قافلے نما فیملی اور دوستوں کے ساتھ ہو تو ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے اور ضروری ہے کہ سفر کی ضروریات اور تکلیفیں تھکاوٹیں ایک بطور یادگار ہمیشہ یاد رکھی جاتی ہیں پھر اپنے نسل کو بطورِ گفٹ دی جاتیں ہیں، ایسے پھر شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ،

پیرین پنڈ گندیاس

یعنی پیروں پر پورا پورا زور دوں گی، اگر پیروں نے چلنا چھوڑا تو،

گوڈن پر گِسکندیاس

یعنی گھٹنوں کے بل بھی چلوں گی. مطلب سفر چھوڑنا نہیں ہے، اگر سفر منقطع ہوا تو پھر منزل تک پہنچا نہیں جا سکتا، سینے کے ساتھ بھی کوشش کی جائے گی سرکنے کی، اگر سینے کا ساتھ نہیں رہا تو کہنیوں پر زور دیا جائے گا، ایسے ماتھے اور سر کو بھی استعمال کیا جائے گا مگر ہار تسلیم نہیں کی جائے گی، اگر منزل نہیں ملی تو بھی سفر میں ہی جان جائے گی مگر پیچھے نہیں ہٹا جائے گا ایسا نہ ہو کہ آنے والوں کو مایوسی ہو۔

یہی سبب ہے کہ سائنسدانوں نے اس میدان میں تحقیقات جاری رکھیں تو کافی منزلیں حاصل کی، دنیا والے اقتدار کی رسا کشی سے ہمکنار ہوئے، کاروباری حضرات کاروبار میں، روحانی لوگ روحانیت میں، کہنے کا مقصد ہے کہ بغیر جدوجہد کے منزل کی طرف رواں دواں نہیں رہا جا سکتا سفر کی دشواریاں اور اذیتیں سمیٹنے کے سوا سفر ممکن نہیں، بس سارہ نچوڑ ہی سفر ہے، سفر آزمائش اور کامیابی کے بیچ کی راہ ہے، ایسے اگر گھر بیٹھے ثواب زیادہ ملتا تو مسجد کی طرف نہیں جایا جاتا، ایسے پھر سفر یعنی سفرِ زندگی ہے، زندگی پھر موت کی آغوش تک آخری سفر ہے، سبھی سفروں کو اچھا بنانے والا ہتھیار کردار ہے، اگر وہ ہے تو سفر کے ساتھی بھی مطمئن ہونگے، آپکے سفر سے دوستیاں اور یاریاں بڑھے گی، ایک دوسرے کے اخلاقی پلس پوائنٹ بھی بازی لے جائیں گے، ایسے معاشرہ اچھائی کی طرف بڑھے گا، سفر ایک تربیت اور ترتیب کا سبب بنتا ہے، گھر میں بندہ وقت کی قدر نہیں کرتا مگر سفر میں قدر کرنی پڑتی ہے، نہیں تو سواری اور ساتھی نکل جانے کا اندیشہ رہتا ہے، ایسے پھر ثواب اور گناہوں کے ساتھ ساتھ سفر کرنے کے بعد بھی ایک فکر رہتا ہے کہ آخری سفر میں کس کا ساتھ زیادہ کارآمد ثابت ہوگا، پھر زندگی کی آخری سفر کی تھکاوٹ یعنی بڑھاپے میں یا آزمائش میں اگر پچھتاوا آنے لگے تو سمجھو کامیابی آپکو ڈھونڈ رہی ہے، اب شاید تم اپنی گمشدہ چیز کو ڈھونڈ لوگے.

درویش سائیں کی باتیں سننے کے بعد سوچا کہ سفر لازمی ہے منزل پر پہنچنے کے لیے، بس ایسے ہی اجازت لے کر رومی کی بیٹھک سے دوسرے دن حاضری دینے کا شوق رکھ کر چلنا شروع کیا۔

خونِ نبوت کا فکر اور فلسفہ

دنیاوی تاریخ میں سچ اور حق کی اگر بات کی جائے گی تو سرِ فہرست امام حسین علیہ السلام کا نام لکھا جائے گا۔ قربانی کا حق اگر کسی نے ادا کیا ہے تو وہ یہی خونِ نبوت کی کڑی ہے۔ اہلِ اسلام تو کیا غیر مسلم بھی اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ سچ کو سچ کہہ کے دکھایا ہے امام حسین علیہ السلام نے۔ ہمیشہ کے لیے منافقت کو ساری دنیا کے سامنے اتنا پست کر دیا کہ آنے والی نسلوں تک جب بھی کہیں سچ اور حق کی بات کی جائے گی امام حسین علیہ السلام کو ضرور یاد کیا جائے گا۔ بے انتہا بغضوں اور حسدوں کے جال میں پھنسی انسانیت حسینیت کے ذکر کے بغیر حق کی بات کرنے کی اہل ثابت ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ جس کی قربانی کا ذکر نبی کریم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہی بشارتوں کی صورت میں اعلان فرمادیا تھا کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار بھی ایسے ہوتے ہیں جو پیدا ہوتے ہی غیر معمولی قوّتوں کے مالک تھے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے نبیوں کے سردار تھے ویسے ہی ان کی اولاد سردارِ شہداء ہوکے تاریخ رقم کر گئی۔ آج بھی امام حسین علیہ السلام کسی ایک کے نہیں۔ نہ ہی کسی مذہب کے نہ کسی فرقے کے، امام حسین علیہ السلام آواز ہیں سچ کی۔ امام

حسین علیہ السلام ایک فکر اور فلسفہ ہیں حق کا۔ جس میں نہ کوئی نفرت نہ کوئی لالچ شہنشاہی اور بادشاہی کا فکر۔ آپ تو تھے ہی شہنشاہ۔ اس شہنشاہ کی اولاد جو ساری کائنات کے رہبر اور رحمت بنا کے بھیجے گئے۔ ان کو کیا ضرورت اِس دنیا کے اقتدار کی۔ بس یہ ایک سوچ کی جنگ تھی۔ شر اور خیر کی۔ بدی اور نیکی کی۔ سچ اور حق کی بغض، حسد، دھوکے اور نفرت کیساتھ۔ حسد اور تپشِ نفس کے مارے ہوئے ذہنوں سے پاکیزگی اور پرہیز کی۔ آپ نے بتادیا کہ تلواروں کی نوک پر بھی یاد یار رہتی ہے اور اس کو سجدہ کرنے سے دور نہیں بھاگا جاتا۔ خون سے وضو بھی فقط امام حسین علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں۔ کسی کو کیا جرات کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کو حق سے دوسری طرف موڑ سکے۔ ایسا ہو تا تو محشر کے میدان میں ساری نبیوں کی امتوں کے آگے نبی کا لختِ جگر کیسے سرخرو ہوتا؟

سردارِ جنت

مُحَرّمَ موٽي آئيو آئيا تان نه اِمامَ،
مَدِيني جا ڄاَم مؤلا، مُون کي ميڙِئين

شاہ عبداللطیف بھٹائی رح فرماتے ہیں،

محرم کا مہینہ لوٹ کہ آیا مگر لوٹے نہیں امام، اے اللہ کاش مجھے مدینے کے شہزادوں سے ملادیں!

دوستوں! حسینیت کی نظریاتی جنگ جاری ہے اور جب تک کائنات موجود رہے گی وہ شعوری، ذہنی، جسمانی، روحانی کیفیات سے چلتی رہے گی، کوئی بھی تلخ حقیقت اور انصاف کی بات جب بھی جہاں بھی کی جائے گی لوگوں کو حسینیت یاد آنا شروع ہوجائے گی

کُوفِيِن کاغَذُ لِکِيو وِچ وِجهي اَللهَ،
"اَسِين تابعَ تُنهنجا، تُون اَسانجو شاهُ،
هيڪَرَ هيڏي آءُ، تہ تَختُ تابِيني تُنهنجي.

شاہ صاحب فرماتے ہیں،

کوفیوں نے اللہ پاک کا واسطہ دے کر شہزادے حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ، ہم تمہاری پیروی کرنے والے ہیں، آپ ہمارے رہنما ہو، ایک دفعہ ادہر آجائیں تو ہم تخت آپ کے حوالے کریں.

داستانِ یزیدیت ایک تھکی، ٹوٹی، چھپی، کمزور، حسدی، تعصبی، چالاک کردار کے طور پر لکھی گئی ہے اور لکھی جائے گی، جس کے ہزاروں روپ ہونگے مگر ظاہر نہیں ہونگے، کیونکہ یزیدیت تاریخ کے گھٹیا سے گھٹیا اور منافقانہ کردار طور پر پہچانے جاتی ہیں.

اُسی کے سامنے حسینیت کا کردار آئینے کی طرح آگے آئیگا، یہ ایک ایسا پاک دامن کردار ہے اس کو کسی ایک مسلک، فرقے یا قوم مذھب سے نہیں ملا پائیں گے، یہ ایک للکار ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بچے کی جس کو نانا نے اپنی پاک گود میں اٹھا کر کندھے پر سواری کروائی، نہ ان جیسا کوئی ہوسکتا ہے، یہ فکر چلتی رہیں گی، آخر میں فتح پھر اس حدیث پر ہوگی کہ،

الحسن، والحسین سیدا شباب اہل الجنتہ (سنن ترمذی 3768)

میرے بچے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، تو یہ فیصلہ ہوگیاکہ فتح یاب کون ہوا۔

کردار کی جنگ

کربلا کی سر زمین پے سراسر سچ اور کامیابی ثابت ہوئی، زیادتی، ناانصافی کے خلاف، ایک ایسی آواز جو بظاہر کسی جنگ کے لیے آمادہ نہیں تھی، بلکہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک درس دینے کے لیئے ایسا قافلہ لے کر آئے تھے، جو نبیوں کے سردار کے خاندان کے اٹھارہ آدمی اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا، جس میں معصوم اور دودھ پیتے بچے بھی شامل تھے، اور پاک دامن عورتیں جو رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی بیٹیاں تھی، جن کے پردے داری کے پرندے بھی گواہ تھے، کیا کوئی ایسی جنگ کرے گا جس میں پورا گھرانہ شامل ہو، بس یہ تو ایک راز، ایک محبت، ایک قربانی ہے جو ثابت کر گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ شبیر ہی تھا تو صابر بھی تھا اور نانا کے دین کا رکھوالا بھی تھا.

اُس وقت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے بدکردار شخص کی بیعت کرنے کا مقصد آج تک فتح ہوئی جھوٹ کی سچ پر۔ تو امام حسین علیہ السلام ایسا کیسے کر سکتے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پل کے پروان چڑھے تھے.

امام حسین علیہ السلام نے ایک ایسی روایت قائم کی جو ہمیشہ فتنے فساد اور بدی کے مقابلے میں نیکی کی ایک للکار بن کر زندہ رہے گی.

امام حسین علیہ السلام کا نام ہی امن امان کا ہے، امام حسین علیہ السلام کی نسل تو اُمت تو بخشش کی دعائیں کرنے والی ہے، جب کہ درود بھی ایک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی اہل بیت پر قائم اور دائم رہتا آرہا ہے، جن کی وجہ سے آپ نے اپنے خاندان سمیت شہادت کا جام پیا انکو بھی مجبوراً نمازوں میں درود پڑھنا پڑے گا، نہیں تو نماز مکمل نہیں ہوگی، جن کے ذکر کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی ان سے جنگ کرنے والے کتنے حق پر ہونگے یہ فیصلہ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ سچ لکھنے والوں نے درج کیے ہیں اور کرتے رہیں گے، ایسا ذکرِ خیر بغیر کسی نفرت اور حسد کے قائم رہنا چاہیے، نا کہ ایک دوسرے پر گالیاں اور گند پھینکنے کی وجہ بن جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان سب کی خیر خواہی چاہتا ہے، انہوں نے کبھی بھی اپنے نانا کے دین سے بے وفائی نہیں کی، ان کا گھرانہ ہی آخرت میں بخشش کا سبب بنے گا، ساری امت کے لیے اس قربانی کی وجہ سے، وہ گھرانہ اسلام کو تقسیم کرنے اور گروہوں میں باٹنے والا نہیں تھا، نہ ہی ان کا فکر و فلسفہ ایسا تھا، باقی اولادِ آدم میں تو ہابیل اور قابیل بھی پیدا ہونے تھے.

برائے مہربانی قربانی امام حسین علیہ السلام کو ہر قسم کے تعصب سے بالکل الگّ ہوکے سمجھنے کی کوشش کی جائے، نا کہ ذاتی مفادات کے داؤ پر لگایا جائے، حسینیت نیکی کا نام ہے اور رہے گا تا قیامت۔

سراسر سیاست

دیکھا جائے تو تاریخ تب تباہ ہوتی ہے جب اس کو سمجھنے کے بجائے غلط طریقوں سے ایسے جاہلوں اور انجانوں سے تشریح کرائی جائے جن کو اپنے ہی نسل کا پتا نہ ہو کے میرا دادا کہاں سے آیا اور کیسے آیا، وہ پھر نسل نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچوں کے خون رائیگاں کرنے کے من گھڑت باتیں کرتے ہوئے نظر آئینگے۔ باقی اہلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون میں بغض اور شرارت سیاست کا ہونا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. وہ تو جنت کے سردار تھے اور ہیں اور رہیں گے محشر کے میدان تک، ان کے ناموں اور قربانیوں کو ہم اپنے مفادات کے لئے استعمال کرکے آنے والی نسل کو غلط پیغام دے رہے ہیں.

اہلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ بخشش کا تحفہ ہے، وہ کیا سمجھے لعن طعن کے چکروں کو، وہاں جو بھی آیا بخشا گیا، خطاداروں کی خطائیں معاف کرانے کے لئے تو قربانی دی گئی ہے، مگر اس راز کو کوئی تو سمجھے، ہم تو نفرتوں کے بارود لے کر پھٹ رہے ہیں.

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان امت کو تقسیم کرنے کا سوچ سکتا ہے؟ ہا صرف منافقوں کو ظاہر کیا جاسکتا ہے، وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ، بغضِ علی علیہ السلام پہچان ہے مومن اور منافق کی، وہ نشانی ہر کوئی اپنے آپ میں تلاش کرے، اگر

کوئی چھان بین کرنا چاھے مومن اور منافق میں فرق کی تو یہ حدیث بہترین نمونہ ہے، باقی امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو خامخواہ کی باتوں سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے۔

صدیون سے یہ دن آتے رہے ہیں ان کو کسی نے کس طرح اہمیت دی کسی نے کس طرح، کسی نے صرف ایسی ہی ایک گذرے ہوئے وقت کی طرح بھلادیا، وہ ہر کسی کا نصیب ہے، بس غور و فکر سے سارے غلط رواجوں اور من گھڑت فکروں اور فلسفوں سے ہٹ کر قرآن پاک کی روشنی میں اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور کربلا کو سمجھنا چاہیے.

دربارِ یزید میں خطاب پردہ نشین شہزادی بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام سجاد علیہ السلام اور ان پر ہوئے ظلم و ستم کو سمجھنا چاہیے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر، کسی فرقے واریت کی سوچ سے بالا تر ہوکر، فرقے بعد کے ہیں، دین تو خطبہ وداع کے وقت مکمل ہوچکا تھا، فرقے پھر کس کے ہیں؟.

کربلا، کربلا کیوں ہوئی، اس کے اسباب کیا تھے، کون بھلا ایسے ہی اپنے معصوم بچے اور نوجوان بچے شہید کروائے گا، اور گھر والوں پردہ دار بچیوں کو اللہ کی پناہ میں اکیلا چھوڑ کر، راضی پر رضا ہوگیا ہے، ہے کوئی ایسا جوان جو ایسا کرے؟ ہم سب اپنی انائیت کے بنیادوں پر فیصلے کرتے ہیں اور قائدے قانون بناتے ہیں، مگر ہمارے پاس درسِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کونسا قانون ہے۔

حر کا حر ہونا

حقیقت میں حرَ ایک ایسا کردار ہے جو بے خبری میں جنگ کے میدان میں آتا ہے، محرم کی پہلی تاریخ جمعرات کا دن سن 61 ھجری بمطابق 680ء، بابل کی سرحد پر پہنچے، جہاں عبدللہ کا بھیجا ہوا وہ سپہ سالار تھا جو آکے امام حسین علیہ السلام سے ملتا ہے، جس کے لشکر کے گھوڑوں اور لوگوں کی زبانیں پیاس کی حالت میں نکلی ہوئی تھیں، امام حسین علیہ السلام ان کو پانی پلاتے ہیں سب کچھ جانتے ہوئے، آئے تو حر دشمنِ امام حسین علیہ السلام بن کے تھے مگر جب حق اور سچ بات معلوم ہوتی ہے تو وہاں سے حر کا ذہن پلٹتا ہے۔ پلٹنے کے پیچھے وہ رازِ عشق ہے جس میں کردار امام حسین علیہ السلام ہے، عباس علیہ السلام کو جان کر ہی پانی مشکوں میں بھروایا گیا تھا، وہ پانی تھا جس کی پینے کی دیر تھی اور حر کو رازِ عشق معلوم ہو گیا اور کردارِ امام حسین علیہ السلام نمایاں ہو گیا اور آنکھوں سے جھوٹ والے پردے ہٹا دیئے گئے، یقیناً نوازش تو اس رب کی ہوئی جو اس سے راضی ہوا جس نے اسے سچ کی طرف مائل کیا ایسے لشکر سے لوٹا دیا جو اقتدار کی وجہ سے حملہ آور تھا یا دنیاوی لالچ یا جبر کے ذریعے اس لشکر کو یزید استعمال کر رہا تھا۔ مگر جب حر کا اعتماد بحال ہوتا ہے، بےایمانی والا مکر کمزور ہوجاتا ہے اور حقیقتوں کی گہرائی نظر آنا شروع ہوجاتی ہے، اتنے بڑے لشکر کے سامنے اپنے نبی کے نواسے کو بچوں سمیت کیسے اکیلا چھوڑ کر جاکے ایک ایسے لشکر کے ساتھ کھڑا ہو جو تخت کے نشے میں اتنا مست تھا کہ اس نے سب راستے بھلا کر بھٹکے ہووں کا راستہ

لیا، بس بدبخت بدنصیب لوگوں کی طرف سے بھی حر جیسے ہی نکل کر کامیاب ہوتے ہیں، جو وقت کے یزید کو بتاتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کو تمہارے اقتدار سے غرض نہیں ہے، وہ تو فتح یابی لینے آیا ہے اور نجانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں کو قیامت تک حر بناتا رہے گا.

وہ سر زمین کربلا ایک کسوٹی ہے جس میں سے شمر اور زیاد جیسے منافق اورظالم ظاہر ہوئے تو دوسری طرف حر جیسے کردار ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے جب تک دنیا کا دستور چلتا رہے گا، اور پھر آخرت میں بھی سرخرو ہوکر جامِ کوثر والوں کے ساتھ اپنے ہم خیال کرداروں کو جام پلائیں گے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے ہاتھوں سے۔ کچھ کامیابیاں سر دے کر لی جاتی ہیں جو امام حسین علیہ السلام کے حر جیسے کرداروں کے حصے میں ہی آسکتی ہیں.

حر کا کردار معمولی نہیں ہے جو اپنے ساتھ اپنے ہم خیال لے کر لشکر میں شامل ہوا، آج بھی اس کا روضہ نشانِ وفا بن کر کھڑا ہے کربلا کے قریب، نہیں تو جنہوں نے کربلا کی زمین کو برباد کرنے کی کوشش کی جیسے ان کو خوف تھا کہ قبر امام حسین علیہ السلام بھی ان سے برداشت نہیں ہو رہی اس پر آنے والے لوگوں کا رش آگے چل کر ہمارے خیالوں کو غلط ثابت کرے گا، مگر اللہ پاک نے اپنے پیاروں کی وفا کے نشان ہمیشہ کے لیے قائم رکھے جنہیں شعائر اللہ کہا جا سکتا ہے، جو فقط رب اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو قائم رکھنے کے لیے تھے، اور جنہوں نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا ان کی قبریں تو آج کوئی ڈھونڈ کر تو دکھادے کہ کہاں ہیں، اس بات سے ہی جھوٹ اور سچ واضح ہوجاتا ہے۔

عشق کی الفابیٹ

عشق کی الفابیٹ شروع ہی نبی اکرم صلی اللہٰ علیہ وآلہ کے گھرانے سے ہوتی ہے جس کا اختتام بھی آکے کربلا کے روپ میں ہوتا ہے، نہ ہی کوئی ایسا عشق کر سکتا ہے نہ ہی کسی میں دم ہے کہ نعرہ لگائے ۔

علی سائیں علیہ السلام بھی پوری کائنات میں یکتا ہوگئے اور امام حسین علیہ السلام بھی۔ اُن جیسا نہ ہوا۔ نہ ہوگا۔ ایک دامادِ مصطفیٰؐ صلی اللہٰ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے سردارِ انبیاء کرام کے کاندھوں کے سوار اور گود میں کھیلنے والے۔ ایسے لفظ لکھنے کے لیے بھی دل اور جگر چاہیے ۔

علی سائیں علیہ السلام کی ولادت کعبہ جیسی مقدس جگہ پر ہوئی۔ علی کرم اللہ وجہ کو آپ صلی اللہٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا بھائی کہتے ہیں۔ اور جو اسلام کے دائرے میں بچوں میں سے سب سے پہلے شمار ہو رہے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے گھیرے میں انکو اپنا بستر دے رہے ہیں اور امانتیں سنبھالنے کو کہہ رہے ہیں۔ اور جس کو عین بیماری کی حالت میں خیبر فتح کرنے کے بلایا گیا۔ بس سمجھنے والے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اے شیر خدا آپکو اور آپکی نسل کو ہمیشہ ان لشکروں کے خلاف میدان میں کھڑا کیا جائے گا جہاں تمہیں کافروں سے لے کر اپنے کلمہ گو لوگوں تک سب سے صبر اور برداشت کا ایسا مظاہرہ کرنا ہے جو مصداق خاتم الانبیا صلی اللہٰ علیہ وآلہ وسلم اور آئینہ ہو ان الفاظ کا "کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی علیہ السلام مولا ہے"۔ یہ سب راز عشق کے ہیں۔ تکلیفیں، سختیاں برداشت کرنا اور بردباری سکھانا، یہ کام اہلبیت رسول اللہ صلی اللہٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، اور اس کا انعام بھی ان کی وراثت ہے۔ وہ دکھ درد نہیں ہیں بلکہ انسانیت کی ساری نسل کے سامنے نمونہ فراہم کرتے ہیں کہ انسانوں کے معلم ،استاد اور رہبر کی اولاد دنیا کے معاملات میں سے کیسے گزر

رہی ہے۔ کیا کوئی دوسرا نعرہ لگا سکتا ہے اس واحد کی بڑائی اور وحدانیت کے حق کی ایسی ادائیگی کا؟ وہ سب راز و نیاز عشقِ مصطفیٰؐ کے شہزادے ہی کر سکتے ہیں جن کو صابرین کہا جاتا ہے۔ وہ کیسے بھلا اسلام اور اس کے پیروکاروں کی خیر خواہی کے کام سے ہٹ سکتے ہیں۔ کیا وہ گھرانہ نفرت سے جانا جائیگا جس نے ہمیشہ اپنے قاتلوں کے لیے بھی دعائیں مانگی ہیں؟ آج ان کی قربانیوں کو رنگ و نسل، فرقوں اور نظریوں میں تقسیم کرکے اس اعلیٰ تعلیم اور درس کو کہاں لے کر جایا جا رہا ہے؟ ایسے منظر اور یادیں کیسے برباد کی جا سکتی ہیں جن میں ان کا فکر اور فلسفہ شامل ہو۔ جب ان ہستیوں کا مقصد ہر قسم کی انانیت، خود غرضی اور حسد کے بتوں سے لے کر ہاتھ سے بنائے پتھر کے بتوں تک کو پاش پاش کرنا تھا تو اب ان کے خلاف نفرتوں کے بت ساتھ لے کر چلنے سے ہم کونسا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کی عظیم قربانی کے اسباب اور فکر کو اجاگر کرنا چاہیے۔ فتنے اور فساد والی رسموں سے ہٹ کر، اتحاد اور یکجہتی ، امن امان کا درس دے کر امام حسین علیہ السلام کے درس کو عام کرنا چاہیے، نہ کہ الزام تراشیاں اور جذباتی نعرے لگا کر اُن کے فکر کو تباہ کرنا چاہیئے۔

حسینی فلسفہ پیار اور محبت کا فلسفہ ہے، انہوں نے وہ مانگا جو اُن کا ورثہ ہے۔ انسانوں میں تو ہر وقت مومن اور منافق ساتھ ساتھ رہتے آئیں گے۔ اس کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔ جو لوگ نبی آخرالزمان صلی اللہٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے مقابلے میں دوسری مسجد بنا سکتے ہیں، بیت المال کی تقسیم پر صادق ،امین اور دنیا کے اعلیٰ ترین رہبر پر اعتراض کر سکتے ہیں اور جس رہبر نے بتوں کو پاش پاش کیا اس کی امامت میں بغلوں میں بت لا کر کھڑے ہو جاتے تھے تو آجکل ایسے لوگوں کو اسی فلسفے سے جواب دیا جائے گا جو درسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہم اس سے ہٹ کر اپنی باتیں بنائیں گے تو اُس فلسفے اور پیغام کو نقصان پہنچائیں گے۔

ضد مقابلہ صبر

یہ کوئی ضد یا جھگڑا دنیا کے مال و ملکیت پر نہیں ہو رہا تھا، یہ ایک نعرہ تھا حسینیت کا جو فرش سے عرش تک سنا گیا، یہ آوازِ عشق جاری رہے گی اور بزدلوں کے دلوں میں ہیبت اور لرزش پیدا کرتی رہے گی،ہمت اور حوصلے سے ہاتھی جیسے طاقتور جوانوں کے بھی دل پھٹ جائیں گے جب کوئی کربلا کی بات بولے گا، خاص طور پر اس اکیسویں صدی میں جہاں ترقی تو بہت ہوئی ہے معلومات اور فن میں لیکن علم بیچارہ کتابوں میں چھپ کر گوشہ نشینی اختیار کر چکا ہے، بڑے بڑے آئمہ کرام اور علماء کرام کے تحریریں اور تشریحات جیسے غائب ہوچکی ہوں، اگر کسی نے ان تک پہنچنے کی کوشش بھی کی تو معاشرے نے اسے ناکارہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی، جیسے دیکھو شاہ صاحب کا "سر کیڈارو" جو ہر تفرقے سے دور ہے بس ایک درس دعوت دے رہا ہے ایسے صبر استقامت سے جو اصلاح المسلمین کا اعلیٰ نمونہ ہے.

امام حسین علیہ السلام نہ جنگ کرنے گئے تھے نہ ہی اقتدار کے حصول کے لیے مگر ایک اصلاحی پیغام لے کر گئے تھے۔ان کو متواتر امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام آرہے تھے کہ حکمران ایک

اسلامی طرز زندگی سے عام رعیت کو دور کرکے عیش عشرت میں مبتلا کر رہے تھے۔جو کوئی بھی آواز اٹھا رہا تھا انہیں سزائیں دی جارہی تھیں یا تحفہ تحائف اور انعام و اکرام کے ذریعے منہ بند کروائے جارہے تھے۔ ظالم اور جابر کے دستور کی ہمیشہ یہی سازش رہی ہے۔امام حسین علیہ السلام ان دونوں چیزوں پر سودا تو نہیں کرسکتے تھے مگر گفتگو کرنے کے لیے تیار تھے جو کہ ایک اصولی موقف اور طریقہ تبلیغ تھا۔مگر عشق کے راز ازل سے ہی مقرر تھے، ایک ایسی قربانی اور آواز اٹھنا ہی تھی۔اور جو انسانیت کے لیئے نمونہ بننا تھا وہ بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں کے وسیلے سے، تاکہ ان کی قربانی کو جواز بنا کر ہم جیسوں کو بخشا جا سکے، دیکھنے والے دنگ رہ گئے، سننے والے حیرت میں پڑ گئے، جس نے حق کی آواز کو بند کرکے عظیم قربانی کو چھپانے کی کوشش کی وہ خود ہمیشہ کے لیے چھپ گئے اس منافقت کے دائرے میں آگئے، جس کے بعد ان کے پیروکاروں نے کسی نہ کسی طرح قائم رکھنے کی کوششیں کی یا کرتے رہیں گے مگر ہمیشہ کی طرح حسینت ہی زندہ رہتی آئی ہے اور رہتی آئے گی اپنی ساری وفاؤں کے ساتھ یہاں تک جب تک حشر برپا نہ ہو میدان محشر میں۔

اذیتوں کی آزمائش

دین کی خاطر اذیتیں برداشت کرنی تھیں کیونکہ یہ حجت امام حسین علیہ السلام ہی پوری کر سکتے تھے، خالق کائنات سے اور کر کے بھی دکھائی، یہ حق ادائگی اسی گھر کو نصیب ہونی تھی۔

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے نے اپنے نانا کے دین کی شریعت کی رکھوالی اور نگھبانی کے خاطر یہ سفرِ عشق شروع کیا کہ محشر میں شکوہ نہ ہو، ایسا بھی نہ ہو کہ ساری امت خوف اور حراس میں آ کر ایک غلط رواج اور ریت میں پڑ نہ جائے، جس میں اسلامی طرزِ زندگی کے نایاب قانون اور اُصولوں کو بھول کر دنیاوی فریب، مکر اور دھوکے بازیوں کے دلدل میں ہمیشہ کے لیے پھنس نہ جائیں۔

سرُ دینے کی باتیں تو ہر کوئی کرتا ہے مگر سرُ دینے کا انمول انداز کوئی امام حسین علیہ السلام سے سیکھے، جن کے ہاتھوں میں دودھ پیتے بچوں سے لے کر خوبصورت اور سیج سے اٹھتے بردبار جوان بھی شہادت کا جام پیتے گئے، بس صرف رب کی رضا پر راضی رہنے والے ہی امام حسین علیہ السلام کہلا سکتے ہیں۔

قربت قادر کی کمالیت میں حجت امام حسین علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں، کسی کو کیا مجال کے رب سے ناتہ نبھائے محبت کا، وہ تربیت بتول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی جن کا والد فاتحہ خیبر ہو، جس کو شیر خدا کا لقب ملے تو پھر شیر کے بچے بھی شیر، شیر کی آوازیں اور راز بھلا کون سمجھے؟

دنیا کے طالب تو خوش ہوئے مگر یہ سودا ازل سے ہو چکا تھا جو ظاہر میں بھی ہونا تھا، تمام انبیاء کرام کے سردار کی اولاد کو میدان محشر میں سب نبیوں کے سامنے سرخرو تو کرنا تھا اور پھر امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت تک ایک درس دے دیاگیا، ایسا درس جو کہیں اور سے ملنا محال ہے۔

دوسری طرف بارشِ نور کالے بادلوں کی شکل میں نورانی تجلیات برس رہیں تھیں اور ملائک جنات رب کی رضا پہ راضی رہنے والوں کے نظارہ دیکھ کر ایک طرف رو رہے تھے تو دوسری طرف انسانیت سے خائف شیطان مکر دھوکے بازپُر فریب آنکھوں سے اس وقت انسانوں کے دادا حضرت آدم علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ کرنے کے حکم کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ واقعی اس قربانی کے نتیجے میں تو انسان نے اشرف المخلوقات کا شرف پایا، جس میں ایسے گھرانے کو جنم لینا تھا جس نے انسانیت کے صبر برداشت قربانی کا اتنا بڑا مثال قائم کیا جو فقط اللہ کی رضامندی کے لیے تھا۔

جھگڑا بھی جھگڑوں جیسا تھا یزیدی درندوں سے جس کے ظلم کا شکار وقتاً فوقتاً دنیا کے انسان ہوتے رہیں گے اور ادائیں حسینی گاتے گنگناتے مقابلہ کرتے رہیں گے اسی درس سے جسے امام حسین علیہ السلام قائم رکھ گئے، بے صبری کی حالت میں بڑے دل جگر سے، حکمت عملی اور دستور قانونِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین تعلیم کے مطابق، نہ بلاوجہ نفرت عدم اعتمادی، نا شور انتشار فسادی حرکتوں سے جن سے دین اسلام کو نقصان پہنچے ایسے کبھی امام حسین علیہ السلام نے نہیں چاہا، اس خاندان نے تو اپنے لیے نازیبہ الفاظ بولنے والوں کو بھی درگذر اور معاف کردیا، ایسے جیسے حضرت امیر حمزہ کے قاتل اس نجاشی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حریص علیکم عزیزن غفور رحیم تھے، پھر ان کا اولاد نفرتوں اور طعنہ زنی سے کیا جانے، جنہوں نے اپنے قاتلوں کو بھی شربت پلایا۔

فکرِ آلِ رسول

امام حسین علیہ السلام کا فکر کسی ایک گروہ سے منسلک نہیں کیا جاسکتا، حسینیت ایک انسانیت کے لیے جہاں جہاں فکر انگیز پیغام ہے، وہیں ایک سبق آموز کہانی بھی ہے، ان سب پہلوؤں سے جہاں زور زبردستی جھوٹ فریب اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی باتیں چن چن کہ نکال کر ظاہر کی جائیں، حق اور سچ کو گم کیا جائے، من گھڑت فکروں کے سامنے حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کی عظیم ترین فتح کو نفاق اور نفرتوں کے ترازو میں ڈال کر ذاتی مفادوں کی خاطر استعمال کیا جائے، پھر انکو فرقہ واریت کی نظر کرکے امت مسلمہ کو زہر آلودہ کیا جائے.

ویسے بھی فتنوں میں سے بڑا فتنہ نفرت ہے جس سے ایک مومن اپنا دامن پاک رکھنے کی کوشش کرتا ہے ہر ممکن طرح، مگر وحشیانہ سوچ نے جہاں بڑے ناسور چھوڑے ہیں جن کو محبتوں کے مرہم سے ہمیشہ صوفیاء کرام نے اپنی لاجواب محبتوں کے فلسفے سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی ہے، مگر اُن کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے یہ معاشرہ بھی اپنی کوششیں کم نہیں کرتا، ہماری ریتیں اور رسمیں آکر یہاں تک پہنچیں ہیں جہاں خوامخواہ کسی کو غصہ دلانے سے ہی ہمیں سکون اور راحت

مل سکتی ہے، غصہ فہم فتنے والوں کے لیے آخری ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے، مگر امام حسین علیہ السلام تو نواسہ ہے اس ہستی کا جس نے فتح مکہ کے وقت لوگوں سے ایسا سلوک کیا کہ دنیا آج ان پر غور کرنے لگی ہے کہ ایسا رہبر سبحان اللہ، بیشک آپ تو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی برداشت قابلِ ذکر تھی، یہ بھی ان کے بچے تھے۔ وہ دوسری بات ہے کہ ہم دل و جان سے اقتدار اور آسائشیں زیادہ پسند کرتے ہیں برعکس قربانی کے اور ہمیشہ عوام میں مقبولیت حاصل کرنے والے لوگوں کو مکمل خوفزدہ مرعوب کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے پھر دنیاوی الزاموں سے لے کر مذہبی چکروں کے دائرے میں لا کر اس کو کچل کر ایک طرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں.

یزیدیوں کی طرف سے تمام تر تاریخ اور اسناد چھپانے کے باوجود ایک طرف ہزاروں کی تعداد میں لشکرِ یزید اور دوسری طرف بہتر (72) کی تعداد میں مومنین۔ دیکھیں اللہ پاک کی حکمت کہ آج بھی ان ہزاروں کی تعداد کے سامنے وہ بہتر (72) کی تعداد انسانوں کی دلوں پر راج کر رہی ہے۔ انسانی تاریخ میں آئے گا کہ فرعون، شداد اور نمرود کے بڑے لشکروں اور خزانوں کے مقابلے میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام جن کے پاس اللہ پاک کے فضل کہ سوا کچھ نہیں تھا پھر بھی وہ ہی غالب ہوئے جو بے سروسامان تھے اور آج تک ان کا ذکر خیر عزت سے کیا جاتا ہے اور دوسری طرف والوں کو ظالم اور جابر پکارا جاتا ہے.

امام حسین علیہ السلام ظاہری طور پر تو تنہا تھے۔ مال اسباب بھی صرف جنگ کی ضرورتوں کے مطابق تھا۔ مگر ان کا فکر اور حوصلہ اتنا بلند

تھا جو آج بھی اونچا دکھائی دیتا ہے۔ ایک مظلوم جو ایک ظالم جھوٹے اور دھوکے باز کے سامنے سچ اور حق کی علامت بن گیا ہے۔ تو جان لو! حسینیت ایک حوصلہ ہے، ایک سچ ہے، ایک فکر ہے، ایک فلسفہ ہے جس کے پیچھے تعلیم اور تربیتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسکو صرف اسی حیثیت سے دیکھا اور پہچانا جائے گا.

جیسے نیکی اور بدی کی آپس میں تکرار چلتی ہے، ایسے ہی خیر اور شر کا تنازعہ بھی رہتا ہے۔ ہمارے معاشرے نے جہاں امیر اور غریب میں فرق رکھا ہوا ہے وہاں سوچ اور ذہنوں میں بھی فرق نمایاں نظر آتا ہے۔ جیسے تین سو سال پہلے شاہ صاحب نے اپنے فکر و فلسفے میں بڑی گہرے اسرار کی بات کی ہیں:

"فجر کا وقت تھا، (اس وقت کوئی جدید سسٹم تو تھا نہیں، نہ ہی کوئی فون وغیرہ، نہ ہی کوئی پوسٹ لفافہ) وغیرہ سو ایک پرندہ اس وقت آتا ہے جب فجر کی اذان رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر گونجتی ہے، موذن حی علی الصلاۃ اور حی الفلاح کے جملے دہراتا ہے، وہاں یہ پردیسی پرندہ دربارِ اقدس میں آنسوؤں کی قطاریں بہا کر زار و قطار رو کر اپنے پیشوا کو بتا رہا ہے اور غمگین اشعار پڑھ رہا ہے .

پِرِهَ پَکِي آئِيو ڪَربَلا مان ڳِهي؛
روضي پاسِ رَسُولَ جي، تَنهِن هلِي هاڪَ هَنئِي؛
!ڏِٺِيَمِ رُڪَ رُئِي، چَڙهُ، مِيرَ مُحَمّدَ عَرَبِي
شاهه سائين (سر ڪيڏارو)

ترجمہ :- آسماں سے پھوٹتی شفق کے سے
کربلا سے اُڑتا چلا آیا پرندہ
پاس روضہِ رسول ﷺ کے آکر دی ندا
اے محمدِ عربی، اے میرِ جہاں
زیرِ شمشیر حشر دیکھ کر آیا ہوں میں
بلانے آپ ہی کو آیا ہوں میں
اللہ کے واسطے چلیے
شاہزادوں کی مدد کیجیے "

اے رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم آپکے بچے بیابانِ کربلا میں آپ پر کلمہ پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دشمن دنیا کے نشہ کے خمار میں مبتلا ان کو بیدردی سے شہید کرتے گئے اور اپنے آپ کو حق اور عقل والے کہلاتے گئے۔ آپکی پاک نسل کو جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کندھوں پر سوار کرتے تھے ان کو پیاسا رکھ کر اور شدید اذیتیں دے کر شہید کیا گیا اور وہ مسلمان پھر جنت کی تمنا بھی کر رہے تھے۔ ایسی آوازیں، ایسی چیخیں، رونا دھونا جس کی وقت کے صوفیاء کرام اور صالحین نے عکس بندی کی ہے .

آج ہم حلال اور حرام کے جھگڑے میں اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سبیل فی سبیل اللہ پلائی جائے تاکہ پانی بند ہونے کا ازالہ پانی کی دستیابی سے ہوسکے۔ پھر دوسری طرف اس کو بند کرانا جرات مندی کا مظاہرہ سمجھا جاتا ہے۔ دونوں اطراف کے لوگ بھول بیٹھے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اور کربلا آپکی سوچوں اور وہموں سے بالاتر فلسفہ ہے۔ جنہوں نے جھگڑے کیے ان کی

بھی عیدیں کیسی؟ ایک طرف تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا کو داستانِ کربلا سنائی ہو گی، دوسری طرف ہم سبیلوں پر لڑتے رہیں گے؟ ایک پانی پلانے پر اور دوسرے پانی نہ پلانے پر۔

امام حسین علیہ السلام کے فلسفے کو جھگڑا فساد نہ کل پسند تھا نہ آج ہے۔ وہ تو امن امان کا چمکتا ستارہ تھا اور رہے گا دنیا کی مظلومیت کی تاریک راتوں میں جہاں نفرت کے پتھر ہر کسی نے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئیں ہونگے کہ ہم سچ پر ہیں۔ کیونکہ نماز تو دونوں طرف پڑھی جارہی تھی اور تکبیر اللہ اکبر دونوں طرف تھی اور کلمہ پڑھنے والے دونوں طرف تھے۔ پھر فرق کس چیز کا تھا؟ شاہ عبداللطیف بھٹائی رح فرماتے ہیں :

عليءَ جي اولاد سِين،
جنين جهيڙيو ڪالَ،
هَئي تنين جي حالَ،
جي جماتي يزيد جا.

علی کی اولاد سے جس نے بھی فتنہ فساد ڈال کر دل کا حسد نکالا، اس کا حشر اور نشر یزید کی کی طرح ہوگا، ان کے حال پہ حیف ہو۔ .

اصل میں بغض علی علیہ السلام میں اور دوسرے شوق شہنشاہی میں ہی واقعہ کربلا کی تاریخ چھپی ہوئی ہے، بس اس کو جو بھی بولا جائے۔ سچ کہاں ہے ،اس کو ہمیشہ تلاش کرنا چاہیئے تاریخ کے اوراق میں یا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال اور افکار میں. تعلیماتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کسوٹی ہے حق اور جھوٹ دھوکہ کو عیاں کرنے کے لیے۔ دوسری طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں

ہے۔ بغض علی علیہ السلام کو بھی نبی سائیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں سے تلاش کرنا چاہیے کہ آپ کیا فرماتے ہیں علی علیہ السلام کے حق میں۔

کہاوتوں اور محاوروں میں آج بھی کوفیوں کو بے وفا اور دھوکے باز کہا جاتا ہے کہ کوفیوں نے جھوٹ پر مبنی کاغذ کالے کیے تھے اپنے آپ کو تابع کرنے کے لیے اور یزید کے خلاف اماموں کا ساتھ دینے کے لیئے بلایا تھا۔ ورنہ امام حسین علیہ السلام تو اپنے نانا کی محبت کے سائے میں ان کے ہی صحن میں تھے۔ آپکو تخت و تاج کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ لیکن جب دین میں بدعتیں آرہی تھیں، غلط کاموں کی شمولیت ہورہی تھی آپ خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہونے کے باوجود خاموش ہو کر بیٹھ جاتے تو طعنے ملتے۔ ابھی بھی کربلا کو سمجھنے کے لیئے انتشار اور فتنوں سے دامن بچایا جائے۔ نہ کہ کسی بد اخلاقی یا محترم ناموں کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے پر دھاوا بول دیں اور نقصان قوم اور ملت کا ہو۔ اسی لیے قرآن پاک اور حدیث پاک کی روشنی میں فکر حسین علیہ السلام پر غور کرنا چاہئے۔ تاریخ اور اکابرین کی سیرت کو پڑھنا چاہیے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے کسی پر نافذ کرے۔ ایسے تضاد صدیوں سے جاری ہیں اور رہے گا مگر امت مسلمہ کا نقصان نہ کیا جائے، جب کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ اس وقت کہ لیے اہم اشارہ ہے۔

"غیر قومیں آپ پر ایسے آئیں گی جیسے بھوکے دستر خوان پر "

بس غور اور فکر کریں۔ ہر کسی کو آخرت میں اپنے اعمال کا جواب دینا پڑے گا، کسی کو برا بھلا کہنے سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔ بر صغیر پورا صوفیاء کرام کی برداشت اور نرمی سے فتح ہو کر داخل اسلام ہوا اور آج بھی اس کی ضرورت ہے۔

آج بھی صبر کا نام حسین ہے،
امن امان کا پیغام حسین ہے،
دنیا کی تاریخ میں جلا کر چراغ سچ کا،
جھوٹ کی تاریکی میں سامنے کھڑا سرے عام حسین ہے،
نانا نبی کے نرم نرم نگاہوں میں ہوئی پرورش،
اس پیار کو کیا تمام حسین نے،
یزید کی ضد کو کر کے تباہ اور برباد،
کیا گھر اپنا نیلام حسین نے،
جگرِ بتول ہے،
خونِ علی ہے،
حاضر ہوا "حیدر" غلامِ حسین ہے۔

❊

عشق کے عروج پر پہنچا تو حسین ہی پہنچا "حیدر"
دنیا کو سکھا گیا سجاد درس صبر کا۔

❊

حق سچ کہنا بہت مشکل ہے،
ہاں میں ہاں ملانا کام آساں ہے،
ظلم کو للکارنہ نام حسین کا،
مکر فریب کرنا ہے روپ یزید کا،
ہمارا نعرا "حیدر" ہے،
ہمارا ایمان انسان ہے۔

❊

لرزش و جنبش ہے،
کربلا کی زمین میں "حیدر"
دل کانپ جاتے ہیں،
دیکھ کر قربانی حسین کی۔

❊

کربلا ایک پہیلی ہے،
عشق کی "حیدر"،
مذہب سے ہٹ کر،
ایک انسان بن کے سوچ کر دیکھو۔

❊

حسینت ایک راز ہے ایسے کردار کا "حیدر"
دنیا کو ضرورت پڑتی ہے ہر زمانے میں اس فلسفے و فکر کی۔

❊

حسین علیہ السلام کی آغوش میں غمِ حسین کا ہجوم دیکھ "حیدر"
آنسوں بھ بھ کر خشک ہوگئے،
مگر نہیں اترا بوجھ دل کا۔

❊

حقوقِ انسانیت کو "حیدر" تلاش کرکے دیکھ اے آج کے انسان،
یزیدیت کے لیے کوئی للکار ہے تو فقط ذکرِ حسین علیہ السلام میں ہے،

❊

تعزیت کرنے نکلا ہے قافلہ قلندری "حیدر"
سرزمین کربلا میں آج بھی قائم ہے سوگ حسین علیہ السلام۔

❊

دنیا میں بڑے سے بڑا احتجاج نوٹ کرایا حسین علیہ السلام نے،
آج بھی کربلا شاہد ہے "حیدر" ظلم اور حق کیا تھا۔

❊

حسین علیہ السلام عشق کی انتہا تھے "حیدر"
مقامِ عنایت کا کرلیا مقصد حاصل۔

❊

حسین علیہ السلام کی حسینیت کو سمجھنا ہے مشکل "حیدر"
آج بھی تو لوگ بیعت کر رہے ہیں یزید کی۔

❊

کربلا کو مسالک اور مذاہب میں نہیں کر تلاش "حیدر"
تاریخِ انسانیت کے سچ کی قربانی تو دیکھ۔

❊

کربلا ایک للکار ہے مضلومیت کی "حیدر"
طاقت جبر کے خلاف حق کے آواز ہیں۔

❊

نظرِ تعصب سے نہ دیکھ قربانی حسین علیہ السلام کی "حیدر"
محشر میں لیکر جاؤگے کیسامنہ نواسہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔

❊

ڈھونڈوگے تو دونوں صفوں میں نمازی ملیں گے "حیدر"
مگر یزیدت اور حسینیت میں فرق کرنا سیکھو۔

❊

کسی کا امیر یزید بھی ہے،
کسی کا مالک حسین علیہ السلام ہے،
فقط فرق ذہنیت کے خلل کا ہے۔

❊

کل بھی یزید نے کوشش کی حسینی سیرت چھپانے کی،
ہزاروں حربوں کے باوجود "حیدر"
نہ چھپا سکا نہ مٹا سکا دلوں سے نام اور عقیدت حسین علیہ السلام کی۔

❊

ہمیں ہجوموں کے دے کر دلاسے نہیں سکھاؤ "حیدر"
ہم نے حسین علیہ السلام کو تن تنہا لڑتے دیکھا۔

❊

سبیل فی سبیل اللہ ہے،
نہ ملاں کی، نہ ذاکر کی،
یہ یادِ اھلبیت ہے نواسہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی،
نہ فتنے باز نہ فتنہ گر کی،
بس دیکھ اسلام کو حسینی لباس میں "حیدر"
سمجھ جاؤ گے اے مسلمان فرق خیر شر کی۔

❊

خیر اور شر میں فرق کرنا سیکھ "حیدر"
حسین علیہ السلام خیر ہی خیر،
یزید شر ہی شر۔

❊

ہمیں تو حسین (علیہ السلام) نے یہ سبق سکھایا ہے "حیدر"،
ہم نہ کسی کا گلا کریں گے، نہ ہی کسی کی تذلیل،
فقط کردار حسین سنائیں گے.

❊

میرا حسین تو حسین ہے کسی نے دیکھا،
کسی نے نھیں دیکھا،
جس نے دیکھا "حیدر" وہ تو حر ہو ہی گیا.

❊

دنیا کو کیا پتا حسین کیا ہے،
قسم سے "حیدر" دین کی علامت حسین ہے.

❊

ہم سے نہ چھینو نسبتیں حسین کی "حیدر"
یہی تو ہم نے صدیوں سے سنبھال کر رکھیں ہیں۔

❊

تم جیسے بھی مناؤ یادِ حسین تمہارا بھلا ہو "حیدر"،
ہمیں پیغامِ حسین کو سمجھنے تو دو۔

❊

ایسے ہی ایک فیصلہ کر لیتے ہیں اے دوست!
دین بھی تیرا، جنت بھی تیری،
سب انعام و اکرام بھی تیرے،
ہمیں تو بس "حیدر"،
حسین اور ان کے نانا کا دامن تھامنے تو دو۔

❊

ہمارا کیا تمہارے رسم اور رواجوں سے "حیدر"،
ہمیں تو فقط قربانی حسین پہ ناز ہے۔

❊

فلسفہ حسینیت نام ہے
ہمیشہ زندہ رہنے کا "حیدر"،
یزیدیت مر مٹنے کا اصلی خلاصہ فکر والوں کے لیئے۔

❊

حسین نے تو جنت خرید لی
عبادتوں سے پہلے "حیدر"،
اے عبادت گذار تو اپنی عبادتوں کی فکر کر۔

❊

حسین علیہ السلام تاریخِ عشق کی انتہا ہے،
اے انسان اس کا اختتام سر زمین کربلا ہے،
اے اہلِ ذوق اے اہلِ علم اس سے چھیڑ چھاڑ مت کرنا،
یے داستان جگر رسول ﷺ ہے،
جس کے کاندھوں پہ سجتے تھے
یے لال چہرے بتول زہراء،
مت کریں ہم سری اس خاندان سے،
جس پے چادر اتری پاک پنجتن کی،
میرے بس میں فقط "حیدر"
دو تین قطرے آنسوؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں،
مجھے یاد رکھنا حشر میں اے سردارِ نوجوانِ جنت۔

❊

تماشا نہ بنا
مذاق سمجھ کر "حیدر"،
انتہا عشق ہے
قربانی حسین کی.

❊

فلسفہ حسینیت نام ہے
ہمیشہ زندہ رہنے کا "حیدر"،
یزیدیت مر مٹنے کا اصلی خلاصہ فکر والوں کے لئیے.

❊

حسین نے تو جنت خرید لی
عبادتوں سے پہلے "حیدر"،
اے عبادت گذار تو اپنی عبادتوں کی فکر کر.

❊

سيد غلام حيدر شاھہ قلندري جا

چپيل ڪتاب	ايندڙ ڪتاب
1. منھنجا سھٽا سڄڻ (ڪافيون)	1. ميدانِ عشق (تقريرون)
2. پلي چريو چون ماڻھو (غزل شاعري)	2. وارداتِ عشق (تقريرون)
3. نرتؤن منجھان نينھن (فضائل دُرود پاڪ)	3. باغ وفا جون رمزون (روحاني ڪچھريون)
4. ھو جي ھليا ھنگلور (نثر)	4. لفظن جو چار (شاعري)
5. گونجيا گيت حيدر جا (شاعري)	5. سب کچھ چلتا ہے
6. آثارِ قيامت	6. Salient Message of Sufism
7. آذانِ عشق (تقريرون)	7. انعامِ عشق (سوالن جا جواب)
8. چنڊ چھرو محبوب جو (شاعري)	8. بے سمجھی کی باتیں (اردو شاعری)
9. پرينءَ جي پار جون ڳالھيون.	9. چوڏھينءَ وارو چنڊ (ڏاڏا سائين يوسف شاھہ رح جي سوانح حيات)
10. سڄڻ جن ڪي سڏيو	10. مقامِ محبت
11. اعلانِ عشق (تقريرون).	11. روميءَ جي اوطاق (اصلاحي ڪالم)
12. انتقالِ عشق وصالِ يار (شاعري).	12. ٿھڪن ۾ تاڪوڙو (اصلاحي ڪالم)
13. نچوڙيو نينھن جن ڪي (روحاني ڪچھريون).	
14. ہدایت نامہ سلوکِ قلندری (اردو زبان میں)	
15. وفاءِ محمد ﷺ	
16. رڳون ٿيون رباب (الله پاڪ جو ذڪر ۽ ان جون نعمتون)	
17. منيون پيڙي پچ (اصلاحي ڪالم)	
18. سفرِ عشق (ذکر اہل بیت اور زیارات مقدسہ)	